

عہد رسالت میں سردارانِ یہود کے خلاف خفیہ تادیبی کارروائی (وجہ و اسباب کا تجزیاتی مطالعہ)

محمد اکرم وِ رُک*

محمد ریاض محمود**

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور دیگر قبائل عرب کے ساتھ میثاق مدینہ کی صورت میں دوستانہ معاہدہ کیا، تاکہ مدینہ کو بیرونی حملہ آوروں خصوصاً قریش کی لشکر کشی سے محفوظ کیا جاسکے۔ لیکن یہودی قوم نے بالعموم اور کعب بن اشرف اور ابورافع جیسے سردارانِ یہود نے بالخصوص اس معاہدہ کو محض حالات کے جبر کے تحت ہی قبول کیا، جب کہ وہ دل سے اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے سخت نالاں تھے۔ کعب بن اشرف نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد اور ابورافع نے خیبر کی طرف سے جلا وطنی کے بعد اپنی ساری توانائیاں اسلام کو ختم کرنے کے لیے صرف کر دیں۔ کعب بن اشرف نے معاہدہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی اعلانیہ مدد کی اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے سردارانِ قریش سے مکہ میں جا کر ملاقات بھی کی۔ اس نے نہ صرف مسلمانوں کی عزت و ناموس پر حملے کیے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خفیہ طریقہ سے قتل کروانے کی کوشش کی۔ ان ناپاک حرکات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوریلا کارروائی کے ذریعہ کعب بن اشرف کو قتل کروادیا۔ اسی طرح ابورافع کو اس کے قبیلہ سمیت جب خیبر کی طرف جلا وطن کیا گیا تو اس نے اپنی ساری دولت اور وسائل اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کے لیے صرف کر دیے۔ اس نے بنو غطفان کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے مکمل وسائل فراہم کیے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ کارروائی کے ذریعہ ابورافع کو بھی قتل کروادیا۔ چونکہ ان لوگوں کی دشمنی اسلام اور اہل اسلام کے لئے کھلی جنگ کی شکل اختیار کر چکی تھی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے اس کے کہ پوری یہودی قوم کے خلاف اعلان جنگ فرماتے جس سے خون ریزی کا ایک لانتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراٹگیزی کے اصل سرغنوں کو قتل کروادیا اور باقی یہودی قوم

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سینٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ، پاکستان

** لیکچرر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ، پاکستان

سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ بعض مستشرقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان گور یلا کاروائیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور آپ ﷺ پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اپنے مخالفین کو خفیہ طریقے سے قتل کروانا محمدؐ کی خاص حکمت عملی تھی۔ حالانکہ یہ بات دلائل کی بنیاد پر بالکل غلط ہے جس کا اعتراف بہت سے انصاف پسند مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ ایسے باغی اور شر پسند عناصر کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے جو کاروائی فرمائی، معروضی حالات اور اسلامی قوانین کے مطابق بالکل بروقت اور درست تھی۔ زیر نظر مضمون میں عہد رسالت ﷺ میں سردارانِ یہود کے خلاف گور یلا کاروائیوں کا اخلاقی اور شرعی جواز پیش کرتے ہوئے مستشرقین کے اعتراضات کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت محمدؐ بن مسلمہ (م ۳۳ھ) نے 3ھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشہور یہودی سردار کعب بن اشرف کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے خفیہ طریقے سے قتل کر دیا، اسی طرح ایک دوسرے یہودی سردار ابورافع سلمہ بن ابی الحقیق کو بھی حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری (م ۱۲ھ) نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے 6ھ میں خفیہ کاروائی کے ذریعے قتل کر دیا۔ یہودی سرداروں کے خلاف کی گئی ان خفیہ کاروائیوں کی مکمل تفصیلات تاریخ، سیرت اور معتبر و مستند کتب حدیث میں موجود ہیں۔ کعب بن اشرف کے خلاف گور یلا کاروائی کی تفصیل حضرت جابر بن عبداللہؓ (م ۷۸ھ) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت محمدؐ بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کر دو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: پھر مجھے کچھ تعریفنا کہنے کی اجازت دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کچھ بات چیت کی، اور اپنا اور حضور ﷺ کا فرضی معاملہ بیان کرتے ہوئے کہا: یہ شخص ہم سے صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی۔ محمدؐ بن مسلمہ نے کہا: ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں، اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تا وقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمدؐ بن مسلمہ نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو۔ کعب نے کہا: تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھو گے؟ محمدؐ بن مسلمہ نے کہا: جو تم چاہو، کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، محمدؐ بن مسلمہ نے کہا: تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب نے کہا:

پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، محمد بن مسلمہ نے کہا: پھر تو ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے گی کہ یہ دو
 و سق کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب
 نے کہا: ٹھیک ہے، محمد بن مسلمہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ حارثؓ، ابو عبسؓ بن جبر اور عباد بن بشر کو
 لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔ سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف
 جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو، کعب نے کہا: یہ محمد
 بن مسلمہ، اور میرا رضاعی بھائی ابونا کلمہؓ ہے۔ اور ویسے بھی معزز آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ
 بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے، ادھر محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ
 جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا، جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم
 اس وقت اس پر حملہ کر دینا۔ جب کعب نیچے اترتا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا، ان لوگوں
 نے کہا: آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے۔ اس نے کہا: ہاں، میرے ہاں فلاں عورت ہے جو
 عرب کی سب سے معطر عورت ہے، محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت
 دیں گے؟ کعب نے کہا: ہاں سونگھ لو، محمد بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا، پھر کہا: کیا آپ مجھے دوبارہ سر
 سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو اور
 انہوں نے اسے قتل کر دیا۔“ (۱)

دوسرا یہودی سردار ابورافع سلمہ بن ابی الحنفیہ تھا۔ ابورافع خیبر کے نزدیک ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا
 ۔ یہ رئیس التجار و تاجر الحجاز کے لقب سے مشہور تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نے ابورافع کے قتل کا تفصیلی واقعہ

حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) کی سند سے نقل کیا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ کو بھیجا اور عبداللہ بن
 عتیک کو ان کا امیر بنایا۔ ابورافع یہودی، حضور اکرم ﷺ کی ایذا کے درپے رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ
 کے خلاف آپ ﷺ کے دشمن کی مدد کیا کرتا تھا، سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں وہ رہا
 کرتا تھا، جب اس کے قلعہ کے قریب یہ حضرات پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے
 مویشی لے کر واپس اپنے گھروں کو آچکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ
 لوگ یہیں رہیں، میں اس کے قلعہ پر جا رہا ہوں ممکن ہے دربان پر کوئی تدبیر کارگر ہو جائے اور میں
 اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں، چنانچہ آپ قلعہ کے پاس آئے اور دروازے سے قریب پہنچ کر

آپؐ نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام افراد اندر داخل ہو چکے تھے، دربان نے انہیں بھی قلعہ کا آدمی سمجھ کر آوازی دی: خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جاؤ، میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ عبداللہ بن عتیک کا بیان ہے کہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی نقل و حرکت کو دیکھنے لگا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا کھوٹی پر ٹانگ دیا۔ ان کا بیان ہے کہ اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر میں نے دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس اس وقت کہانیاں اور رداستانیں بیان کی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے خاص بالا خانے میں تھا، جب داستان گو اس کے یہاں سے اٹھ کے چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چلے لگا، اس عرصہ میں میں جتنے دروازے اس تک پہنچنے کے لیے کھولتا تھا۔ انہیں اندر سے بند کر دیا کرتا تھا، اس میں میرا مقصد یہ تھا کہ اگر قلعہ والوں کو میرے متعلق معلوم بھی ہو جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ گیا، اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ سو رہا تھا، مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اس لیے میں نے آواز دی: یا ابا رافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی، اس وقت میں بہت گھبرایا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا، وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوبارہ اندر گیا اور میں نے پوچھا: ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا: تیری ماں پر تباہی آئے ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ پھر آواز کی طرف بڑھ کر میں نے تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اگرچہ میں اسے زخمی تو بہت کر چکا تھا لیکن وہ ابھی مرا نہیں تھا، اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی، اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں، چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولنا شروع کیے، آخر میں ایک زینہ پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ زمین کی سطح تک میں پہنچ چکا ہوں، اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا حالانکہ میں ابھی اوپر ہی تھا اس لئے نیچے گر پڑا، اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ چاندنی رات تھی، میں آکر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں۔ جب سحر کے وقت

مرغ نے بانگ دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اہل جاز کے تاجر ابورافع کی موت ہو گئی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: اب جلدی کرو اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کرا دیا ہے، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پاؤں پھیلا یا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا۔ اس کی برکت سے پاؤں اتنا اچھا ہو گیا جیسے کبھی اس میں چوٹ آئی ہی نہیں تھی۔“ (۲)

بعض مستشرقین (Orientalists) نے یہودی سرداروں کے خلاف کارروائی کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ناروا اعتراضات کئے ہیں اور یہ استدلال کیا ہے کہ مخالفین کو خفیہ طریقے سے قتل کروانا آپ ﷺ کا معمول تھا اور آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو یہودیوں کے خفیہ طریقے سے قتل عام کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ مستشرق ولیم میور (م ۱۹۰۵ء) (William Muir) لکھتا ہے:

"Muhammad accorded a general permission to his followers to slay them (jews) wherever met." (3)

”محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی عام اجازت دے دی کہ وہ یہودیوں کو جہاں بھی پائیں، قتل کر ڈالیں۔“

منکرین حدیث، جو عام طور پر مستشرقین (Orientalists) ہی کے خوشہ چین ہیں، نے بھی ان روایات کو جن میں یہودی سرداروں کے قتل کے واقعات بیان ہوئے ہیں، من گھڑت قرار دیا ہے۔ ماہنامہ ”طلوع اسلام“ کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیں:

”خلفاء بنی امیہ و بنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کرا دیا کرتے تھے اور اس کو اپنی بساط سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے حامیوں اور حاشیہ نشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب ﷺ کا فعل ثابت کر دیں تاکہ ان سلاطین کو اپنی کاروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔“ (۴)

پھر ان احادیث کو رد کرنے کی اہم وجہ یہ بیان کی ہے:

”ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمۃ للعالمین ﷺ پر خفیہ قتل کرانے کا الزام وہی شخص رکھے گا جو تنقیدی عقل سے عاری ہو اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقام نبوت سے قطعاً نا آشنا ہو۔“ (۵)

سردارانِ یہود، کعب بن اشرف اور ابورافع کے قتل پر مشتمل واقعات تاریخ و سیر کی مستند کتب کے علاوہ

معتبر کتب حدیث میں صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں، اس لئے ان واقعات کے وقوع کی صحت تو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان وجوہات کا تعین کریں جن کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے قتل جیسی سنگین سزا تجویز فرمائی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائی ہیں ان میں انسانی جان کی حرمت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس حوالے سے قرآن کی متعدد آیات کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حوالے سے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ آپ ﷺ کی صلح اور جنگ صرف اللہ کے لئے تھی۔ سیرت نبوی ﷺ سے ایسی درجنوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا اور اپنی ذاتی تسکین کے لئے ان سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ (م ۵۸ھ) فرماتی ہیں:

”وما انتقم رسول اللہ ﷺ لنفسه الا ان تنتهك حرمة الله فينتقم لله بها“ (۶)

”رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہو

تو پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے۔“

اب یہاں دو باتیں قابل غور ہیں کہ کیا کعب بن اشرف کا حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا، مسلمانوں کے خلاف کفار کو برا بھینٹہ کرنا اور مسلمان عورتوں کا اشعار میں بیہودہ انداز میں ذکر کرنا، نبی کریم ﷺ کا ذاتی معاملہ تھا کہ آپ اس پر درگزر سے کام لیتے اور اس کو یہ حرکات جاری رکھنے دیتے یا پھر یہ پوری مسلمان قوم کے وقار، بقا اور اسلام کی حرمت کا معاملہ تھا؟ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کی جانے والی ان گوریلا کارروائیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کعب بن اشرف اور ابورافع کے حکم قتل کے مکمل پس منظر اور سردارانِ بیہودہ پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے، اس کو سامنے رکھا جائے۔ ذیل کی سطور میں سب سے پہلے ہم اختصار کے ساتھ کعب بن اشرف کا خاندانی پس منظر اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے بغض و عناد کا حال بیان کیا جاتا ہے جو اس کے قتل کا بنیادی محرک بنا۔

علامہ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) ابن اسحاق (م ۱۵۰ھ) کے حوالے سے کعب بن اشرف کا خاندانی پس منظر

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”كان عربيا من بنى بنهان وهم بطن من طي، وكان ابوه اصاب دما في الجاهلية فاتي

المدينة فحالف بنى النضير فشرف فيهم، و تزوج عقيلة بنت ابي الحقيقى فولد له

كعباً“ (۷)

” (مشہور یہودی سردار اور شاعر) کعب بن اشرف کا باپ اشرف بنو نہمان کے عرب قبیلے سے تھا، جو قبیلہ ”طے“ کی شاخ تھا۔ قتل کا ارتکاب کر کے انتقام کے ڈر سے مدینہ چلا آیا اور بنو نضیر کا حلیف ہو کر اس قدر عزت اور رسوخ پیدا کیا کہ ابورافع سلام بن ابی الحقیق یہودی سردار کی لڑکی عقیلہ سے شادی کی۔ اسی کے بطن سے کعب پیدا ہوا۔“

اس دو طرفہ رشتہ داری کی وجہ سے کعب، یہود اور عرب دونوں سے برابر کا تعلق رکھتا تھا، وہ رفتہ رفتہ والداری کی وجہ سے عرب کے تمام یہودیوں کا رئیس بن گیا۔ اس کے باوجود کہ یہود کا میثاق مدینہ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ تاریخ و سیر کی کتب میں موجود مستند روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریمؐ نے مدینہ پہنچتے ہی وہاں کے باشندوں کے مابین ایک معاہدہ کروایا تھا، جس کی حیثیت معاہدہ سے زیادہ دستور کی ہے، اس میں یہود کو معاہدہ بناتے ہوئے ان پر اس معاہدہ کی پاسداری بالکل اسی طرح لازم کی گئی تھی جس طرح کہ مسلمانوں پر اس کی پاسداری ضروری تھی۔ اس معاہدہ کی چیدہ چیدہ شقیں جن میں یہود کا تذکرہ ہے حسب ذیل ہیں:

”وانه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولا متناصر عليهم - وان يهود نبى عوف امة مع المؤمنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم وانفسهم والا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهل بيته - وان على اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم، وانه لا يائثم امرء بحليفه وان النصر للمظلوم - وانه لا تجار حرمة الا باذن اهلها - وان بينهم النصر على من دهم يثرب“ (۸)

”یہود میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا، اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، ان یہود پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔ اور یہود بنی عوف اور ان کے اپنے حلفاء و موالی، سب ملکر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے، یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کار بند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔ یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔ اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو تمام فریق (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے، ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی اور ہر مظلوم

کی بہر حال حمایت و مدد کی جائے گی۔ کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ اور بیثرب پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلے میں یہ سب (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔“

اس معاہدہ میں کوئی بھی بات ایسی نہ تھی جو یہود کے مفادات کے خلاف ہوتی یا ان کو کسی ایسے کام پر مجبور کرتی جس کی وجہ سے وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کو ناگزیر تصور کرتے، لیکن کعب بن اشرف اور ابو رافع نے متعدد بار اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور ایسی حرکات کا ارتکاب کیا جو ریاستی قانون کے خلاف تو تھیں ہی، مسلمانوں کی غیرت و حمیت کے بھی خلاف تھی۔ اس لیے وہ نہ معاہدہ رہے اور نہ ہی مسلمانوں کے لئے معصوم الدم کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے، جس کو عقل عام بھی تسلیم کرتی ہے کہ محارب کی کسی طرح کی جنگی مدد کرنے والا بھی محارب ہی شمار ہوتا ہے اور جو سلوک محارب کے ساتھ روا اور جائز ہوتا ہے وہی سلوک اس مدد کرنے والے کے ساتھ بھی برتا جاسکتا ہے۔ کعب بن اشرف کو اسلام سے سخت بغض و عداوت تھی۔ (۹)

بدر کی لڑائی میں جب کئی رؤساء اور سرداران قریش مارے گئے اور زید بن حارثہ (م ۸ھ) اور عبداللہ بن رواحہ (م ۸ھ) مژدہ فتح لے کر مدینہ آئے اور مقنولین بدر کے نام لے لے کر گنوانے لگے تو یہ ان کی تکذیب کرتا اور کہتا کہ اگر ضادید قریش مار ڈالے گئے ہیں تو اب زندہ رہنا بے کار ہے، زندگی سے بہتر موت ہے اور جب اس کو ان کے مارے جانے کا یقین آ گیا تو باوجود معاہدہ ہونے کے تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کشتگان بدر کے ایسے پرورد مرھے کہے جن میں انتقام کی ترغیب تھی اور کافروں کی تعریف اور عام مسلمانوں کی ہجو تھی، لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے مرھے سناتا، خود روتا اور لوگوں کو رلاتا۔ اس نے اپنی شاعری کے ذریعہ مکہ اور قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۷ھ) فرماتے ہیں:

”وقال محمد بن اسحاق انه لما بلغه الخبر عن مقتل اهل بدر حين قدم زيد بن حارثة و عبد الله بن رواحة قال: والله لئن كان محمد اصاب هؤلاء القوم لبطن الارض خير من ظهرها۔ فلما تيقن عدو الله الخبر، خرج الى مكة فنزل على المطلب بن ابي وداعة بن صبيرة السهمي، وعنده عاتكة بنت ابي العيص بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف، فانزلته و اكرمه، و جعل يحرض على قتال رسول الله ﷺ، وينشد الاشعار ويندب من قتل من المشركين يوم بدر“ (۱۰)

”محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ مدینہ منورہ آئے اور کعب

بن اشرف کو اہل بدر کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے کہا: اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو شکست دے دی ہے تو پھر موت زندگی سے بہتر ہیں، جب اس اللہ کے دشمن کو اس خبر کا یقین آیا تو مکہ گیا اور مطلب بن ابی وداع کے پاس جا شہرا، اس کے پاس عاتکہ بنت ابی العیص تھی جس نے کعب بن اشرف کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس نے وہاں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ سے قتال پر ابھارنا شروع کیا اور رد بھرے مریچے بنا کر کشتگان بدر پر نوحہ کرنے لگا۔“

حالانکہ یہود کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ مسلمانوں سے دفاعی معاہدے کی وجہ سے کعب بن اشرف کا اہل مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا، لیکن وہ ابوسفیان کو حرم میں لے کر گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر معاہدہ کیا کہ ہم مقتولین بدر کا انتقام ضرور لیں گے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”واخرج ابن عائد من طریق الكلبي ان كعب بن الاشرف قدم على مشركي قريش فحالفهم عند استار الكعبة على قتال المسلمين“ (۱۱)

مدینہ واپس آیا تو آنحضرت ﷺ کی ججو میں بر ملا اشعار کہتا اور لوگوں کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برا بھلا کرنے شروع کیا، اس نے اپنے اشعار میں مسلمان خواتین کی عزت و ناموس پر ناپاک حملے کئے۔

”وقال موسى بن عقبه: وكان كعب بن الاشرف احد بنى النضير أو فيهم قد آذى رسول الله ﷺ بالهجاء، وركب الی قريش فاستغواهم، وقال له ابو سفیان وهو بمكة: اناشدك ادیننا احب الی الله ام دین محمد و اصحابه، وایننا اهدی فی رایك و اقرب الی الحق؟ انا نطعم الجزور الكوماء، و نسقى اللبن علی الماء، و نطعم ما هبت الشمال۔ فقال له كعب بن الاشرف: انتم اهدی منهم سیبلا۔۔ قال موسى و محمد بن اسحاق: و قدم المدينة یعلن بالعداوة و یحرض الناس علی الحرب، و لم یخرج من مكة حتی اجمع امرهم علی قتال رسول الله ﷺ، و جعل یسبب بام الفضل بنت الحارث و بغيرها من نساء المسلمين“ (۱۲)

اس پر بھی کعب نے اکتفا نہ کیا بلکہ قصد کیا کہ چپکے اور دھوکے سے آنحضرت ﷺ کو قتل کرادے۔ فتح الباری میں ہے کہ کعب بن اشرف نے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مل کر آنحضرت ﷺ کو کھانے کی دعوت میں بلایا اور چند یہودیوں کو متعین کر دیا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو دھوکے سے آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ آپ ﷺ دعوت میں تشریف لے گئے۔ جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو اس کی نیت بد سے مطلع کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے

پروں سے چھپا لیا۔ آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے لیکن کسی کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

”ووجدت فی فوائد عبداللہ بن اسحاق الخراسانی، من مرسل عکرمہ بسند ضعیف الیہ لقتل کعب سببا آخر، وهو انه صنع طعاما وواطأ جماعة من اليهود انه يدعو النبی ﷺ الی الولیمة فاذا حضر فتکوا به، ثم دعاه فجاء و معه بعض اصحابه، فاعلمه جبریل بما اضره بعد ان جالسہ، فقام فستره جبریل بجناحه فخرج، فلما فقدوه تفرقوا، فقال حیثذ: من یتتدب لقتل کعب“ (۱۳)

قتلہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ نے بعض صحابہؓ سے شکایت کی اور فرمایا: کون شخص کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بے حد ایذا میں پہنچائیں۔ محمد بن مسلمہ انصاری (م ۲۳ھ) نے عرض کیا: میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں، میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں، ابو نائلہ سلکان بن سلامہ بن وقش (جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے)، عباد بن بشر بن وقش (م ۱۱ھ)، حارث بن اوس بن معاذ (م ۳ھ)، اور ابو عبس بن جبر (م ۳۴ھ) کی مدد سے اسے قتل کر دیا۔ (۱۴)

کعب بن اشرف کی اسلام مخالف سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد اس پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ۱- کعب نے نقض عہد کیا۔
- ۲- قریش مکہ کو آنحضرت ﷺ کے خلاف برا بھونٹا کیا۔
- ۳- آپ ﷺ کی اور مسلمانوں کی اعلانیہ ہجو کی۔
- ۴- مسلم مستورات کی عزت و آبرو پر ناپاک حملے کئے۔
- ۵- آپ ﷺ کو قتل کر دینے کی سازش کی۔

مستشرقین نے بھی کعب بن اشرف کے باغیانہ کردار کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ جناب ٹاراٹڈ رائے (Tor

Andrae) لکھتے ہیں:

"This was the poet Ka,b ibn Al-Ashraf, who, after the battle of Badr, had the audacity to go to Mecca, where he sought to incite the Quraish to revenge by this sarcastic poems." (15)

”یہ شاعر کعب بن اشرف ہی تھا جو جنگ بدر کے بعد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ گیا، جہاں

اس نے ہجو پر مبنی اپنے قصیدوں کے ذریعے سے قریش کو انتقام لینے پر برا بیچتے کیا۔“
منگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

"When he heard the news of Badr, he set out for Mecca, and by his verses helped to rouse the Meccans to grief and anger and the desire for revenge."(16)

”جب اس نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی خبر سنی تو وہ مکہ روانہ ہوا، اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اہل مکہ کو برا بیچتے کیا اور انتقام پر ابھارا۔“

اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا حلیف ہونے کی حیثیت سے کعب بن اشرف کا اہل مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس کا طرزِ عمل اور معاندانہ کردارِ عداری اور اعلانیہ بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان معاہدے کا اعتراف خود مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مستشرق منگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

"As allies of the Arab clans the jews were in a sense included in the new community at Medina. There may even have been a direct treaty between some of them and Muhammad."(17)

”عرب قبائل کا حلیف ہونے کی وجہ سے یہودی ایک لحاظ سے مدنی معاشرے کا حصہ تھے۔ ممکن ہے ان میں سے بعض کے محمد ﷺ کے ساتھ براہِ راست معاہدے بھی ہوں۔“
ولیم میور (William Muir) اسلام دشمنی میں مستشرقین کا امام ہے، وہ واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ ہجرت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ طے پا گیا تھا، وہ لکھتا ہے:

"No concession was too great that might secure the countenance and allegiance of the jews. Accordingly, not long after his arrival, Mahomet entered into a treaty with them, which, both offensive and defensive guaranteed their safety and independence"(18)

”یہودیوں کی حمایت اور وفاداری حاصل کرنے کی خاطر انہیں کوئی سہولت دینا بھی خسارے کا سودا نہ تھا، اس لئے محمد ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی ان سے دفاع اور جنگ کا ایک معاہدہ کیا، جس کے مطابق ان کی آزادی اور سلامتی کی ضمانت دی گئی۔“

سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

The defeat of the idolaters at Badr was felt as keenly by the jews as by the Meccans. Immediately after this battle a distinguished member

of their race, called Ka,b the son of Ashraf, belonging to the tribe of Nazir, publicly deploring the ill-success of the idolaters, proceeded towards Mecca. Finding the people there plunged in grief, he spared no exertion to revive their courage. By this satires against the prophet and his disciples, by his elegies on the Meccans who had fallen at Badr, he succeeded in exciting the koreish to that frenzy of vengeance which found vent on the plains of Ohad." (19)

”جنگ بدر میں بت پرستوں کی شکست یہودیوں کو بھی اتنی ہی ناگوار گزری تھی جتنی اہل مکہ کو، جنگ کے فوراً بعد یہودی قوم کے ایک معزز فرد کعب بن اشرف نے، جو قبیلہ نضیر سے تھا، برسر عام کفار کی شکست پر اظہارِ افسوس کیا اور عازم مکہ ہوا، وہاں اس نے یہ دیکھ کر کہ لوگ غم میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے حوصلے بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ہجوئیں سنا سنا کر اور بدر میں جو اہل مکہ قتل ہوئے تھے ان کے مریخے گا گا کر قریش میں وہ جوشِ انتقام پیدا کیا جو بعد میں میدانِ احد میں ظاہر ہوا۔“

کعب بن اشرف کے جرائم کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے اور اس کی قوم کے خلاف اعلانِ جنگ فرماتے، اور باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث تمام افراد کو فرارِ واقع سزا دیتے، لیکن آپ ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں علی الاعلان اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کے بجائے حیلے سے اس کو قتل کر دیا اور اس کی پوری قوم سے تعرض نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ اس کے تابع تھے اور اصل سرغنہ یہی تھا، اس طرح اس فتنہ گر اور مفسد کا فتنہ و فساد ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ خود یہود نے بھی اس کے اس کردار کا نہ صرف خود اعتراف کیا بلکہ وہ جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں شکایت کرنے آئے تو آپ ﷺ نے اس کی ساری کارستانیوں انہیں بتائیں جنہیں سن کر وہ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ یہ اس بات کا اعتراف تھا کہ اس کی بد معاشی اس قدر بڑھ چکی تھی کہ اس کا ایسا ہی انجام ہونا چاہئے تھا۔ فتح الباری میں ہے:

”و فی مرسل عکرمة ، فاصبحت یہود مذعورین ، فاتوا النبی ﷺ فقالوا قتل سیدنا غیلۃ ، فذکرہم النبی ﷺ صنیعہ وما کان یحرض علیہ و یؤذی المسلمین ، زاد ابن سعد ، فحافوا فلم ینطقو۔“ (۲۰)

ابو رافع کا معاملہ بھی کعب بن اشرف سے مختلف نہ تھا، اگرچہ صحیح بخاری کی روایت، جس کا حوالہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے، میں اس کے جرائم کا بیان بھی موجود ہے، تاہم تاریخ و سیرت کی کتب کے مطالعہ سے معلوم

ہوتا ہے کہ اس کے عزائم انتہائی خطرناک تھے، وہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلسل سازشوں میں مشغول تھا اور اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا۔ فتح الباری میں ہے:

”انہ کان ممن اعان غطفان وغیرہم من مشرکی العرب بالمال الکثیر علی رسول اللہ ﷺ“ (۲۱)

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف غطفان اور دوسرے مشرکین عرب کی مال کثیر سے مدد کی تھی“

ابورافع نے غزوہ احزاب میں قبائل عرب کے جنگی اخراجات پورے کرنے اور لشکر کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احزاب کا ایک بڑا سبب یہی شخص تھا۔ جب اس کی شرائط لگیاں حد سے بڑھنے لگیں تو قبیلہ خزرج کے چند انصار صحابہ کی خواہش پر آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک انصاری (م ۱۲ھ) کی زیر قیادت انصاری صحابہ کرام کا ایک دستہ، جس میں ابو قتادہ حارث بن ربیع (م ۴۰ھ)، مسعود بن سنان (م ۱۱ھ)، عبداللہ بن انیس (م ۵۴ھ)، اور خزاعی بن اسود شامل تھے، روانہ فرمایا۔ اور ان کو یہ حکم دیا کہ کسی عورت اور بچے کو ہرگز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کے وقت خیبر گئے۔ عبداللہ بن عتیک یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے بہانے سے دروازہ کھلوا کر اس کو قتل کر دیا۔ (۲۲)

سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) ابورافع کے باغیانہ کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Another jew of the Nazir, Abu Rafe Sallam, son of Abu, I Hukaik, was equally wild and bitter against the muslimans. He inhabited, with the fraction of histribe, the territories of Khaiber, four or five days' journey to the north-west of Madina. Detesting Mohammad and the muslimans, he made use of every endeavour to excite the neighbouring Arab Tribes, such as the Sulaim and the gatafan against them." (23)

”بنو نضیر کا ایک اور یہودی ابورافع سلام بن ابی الحقیق بھی مسلمانوں کا اتنا ہی جانی دشمن تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی ایک شاخ کے ساتھ خیبر کے علاقے میں رہتا تھا جو مدینے کے شمال مغرب کی طرف چار پانچ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے اتنی نفرت تھی کہ اس نے ہمسایہ عرب قبائل مثلاً سلیم اور غطفان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ہر طرح کے جتن کئے۔“

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۸ء) ابورافع کی فتنہ انگیزیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جن کی کوششوں اور ترغیب سے مکہ کے قریش اور عرب کے دیگر قبائل نے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی اور مسلسل کئی روز تک مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا تھا۔ یہ لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق نے جنگِ خندق میں لشکرِ کفار کی عبرت ناک شکست کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کاروائیاں جاری رکھیں اور قبائل عرب کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہا۔ اس کی یہ کاروائیاں ریاستِ مدینہ کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ تھیں اور جو دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا ہے، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بھی اس کے خلاف جنگ کریں۔ حضور ﷺ نے اس کی پوری قوم پر عام حملہ کرنے کی بجائے چند صحابہ کرام کو بھیج کر اس بد بخت کو قتل کروادیا، تاکہ زیادہ خون خرابہ نہ ہو۔ سلام بن ابی الحقیق نے خود جو راستہ اپنایا تھا اس کا انجام وہی ہو سکتا تھا جو ہوا۔ مجرم کو جرم کی سزا ملے تو اس انجام کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے نہ کہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے۔“ (۲۴)

سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتب کے مطالعہ سے جو حقائق سامنے آتے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ ابورافع:

- ۱- آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔
- ۲- مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ اور دیگر قبائل عرب کو برا بیخیز کرتا تھا۔
- ۳- اس نے بنو عطفان اور بنو سلیم کی مسلمانوں کے خلاف مالی امداد کی تاکہ سامانِ رسد کی قلت نہ ہو۔
- ۴- غزوہٴ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا بڑا سبب یہی شخص تھا۔

ان وجوہات کی بنا پر نبی ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کی بجائے چند جان نثاروں کو بھیج کر اسے قتل کروادیا اور فتنے کی جڑ کٹ جانے کے بعد آپ ﷺ نے باقی یہودی قوم سے تعرض نہیں فرمایا۔

سردارانِ یہود کے خلاف خفیہ کاروائیوں کی حکمت:

مستشرقین کا سردارانِ یہود کے قتل پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ محمد ﷺ کا عام اصول یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو دھوکے سے قتل کروادیا کرتے تھے، اگرچہ گزشتہ سطور میں اس اعتراض پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے، تاہم یہاں مشہور مستشرق جناب لین پول (Lane Poole) کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، جس میں موصوف نے

یہودی سرداروں کے خلاف اسلامی ریاست کی طرف سے کی گئی خفیہ کارروائی کے حق کو نہ صرف بالکل درست تسلیم کیا ہے بلکہ اسے معروضی حالات میں بہترین حکمتِ عملی بھی قرار دیا ہے، چنانچہ لین پول (Lane Poole) لکھتے ہیں:

"The reason is almost too obvious to need explanation. As there was no police ,or law-court, or even court martials, at Medina, some of the followers of Muhammad had therefore to be the executor of the death dentence, and it was better. This should be done quietly, as the execution of a man openly before his clan would have caused a brawl and more bloodshed and retaliation, till the whole city would have become mixed up in quarrel. If secret assassinations is the word for such deeds, secret assassinations was the necessary part of the internal government of Medina."(25)

”اس کی وجہ اس قدر واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ چونکہ مدینہ میں نہ کوئی پولیس تھی، نہ عام قانونی عدالتیں اور نہ ہی فوجی عدالتیں، اس وجہ سے محمد ﷺ کے کچھ پیروکاروں کو ہی سزائے موت نافذ کرنا پڑتی تھی اور یہی بہتر تھا۔ یہ کام خاموشی سے انجام پانا چاہیے تھا، کیونکہ کسی شخص کو اس کے قبیلے کے سامنے سرعام سزائے موت دینا زیادہ نزاع، خون ریزی اور انتقام کا باعث بنتا، حتیٰ کہ پورا شہر اس میں ملوث ہو جاتا۔ اگر اس طرح کی کارروائیوں کو خفیہ قتل کا نام دیا جائے تو خفیہ قتل مدینہ کے اندرونی نظامِ حکومت کا ایک لازمی حصہ تھا۔“

جسٹس سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) عہد رسالت میں کی گئی اس نوعیت کی گوریلا کارروائیوں کی وجہ جواز بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Christian controversialists have stigmatised these executions as "assassinations." And because a Moslem was sent secretly to kill each of the criminals, in their prejudice against the Prophet, they shut their eyes to the justice of the sentence, and the necessity of a swift and secret execution. There existed then no police court, no judicial tribunal, nor even a court-martial, to take cognisance of individual crimes. In the absence of a State executioner any individual might become the executioner of the law. These men had broken their formal pact; it was impossible to arrest them in public, or execute the sentence in the open before their clans, without causing unnecessary blood-shed, and giving rise to the feud of blood, and

everlasting vendetta. The exigencies of the State required that whatever should be done should be done swiftly and noiselessly upon those whom public opinion had arraigned and condemned." (26)

”عیسائی مناظرین نے اسے دعا بازانہ قتل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ اس سزا کی انجام دہی کے لئے مسلمان خفیہ طور پر بھیجے گئے تھے اس لئے وہ آنحضرت ﷺ سے تعصب کی بنا پر اس سزا کے مبنی بر عدل ہونے اور اس کے عاجلانہ اور خفیہ طور پر انجام دیئے جانے کی ضرورت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اس وقت انفرادی جرائم کی سزا دیئے کیلئے کوئی پولیس، عدالت یا فوجداری عدالت بلکہ فوجی عدالت بھی نہ تھی۔ چونکہ کوئی سرکاری جلا نہ تھا، اس لئے حکومت کی طرف سے سزا دیئے کا اختیار کسی فرد کو ہی دیا جاسکتا تھا۔ چونکہ ان لوگوں نے ایک باضابطہ معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی، انہیں نہ برس عام گرفتار کیا جاسکتا تھا، نہ ان کے قبیلوں کے سامنے سزائے قتل دی جاسکتی تھی، کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو احتمال تھا کہ شدید خون ریزی ہوتی اور ثار یا انتقام خون کا ایک لانتنا ہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مملکت کی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ ان لوگوں کے خلاف جنہیں رائے عامہ مستحق سزا قرار دے چکی تھی، جو کچھ بھی کرنا تھا وہ فی الفور اور خاموشی سے کیا جائے۔“

لین پول (Lane Poole) اور سید امیر علی کے مذکورہ بالا تجزیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے معاہدہ شکنوں اور اعلانیہ غداریوں کے خلاف معروضی حالات میں اس چارہ جوئی کو سفاکی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ بہر حال مستشرقین کے ان اعتراضات کے تحقیقی جائزے سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ اعتراضات بھی دراصل اسی مخالفانہ مہم کی کڑی ہیں جو یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف ہمیشہ چلائی جاتی رہی ہے۔

خلاصہ بحث:

مندرجہ بالا سطور میں یہودی سرداروں کے خلاف گوریلا کارروائی کی جن اخلاقی اور سیاسی وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ وہ معترضین کے جواب میں کافی ہیں، تاہم یہودی سرداروں کے خلاف کارروائی کی ایک بڑی وجہ ”مذہبی“ بھی ہے اور شاید اسے ہی سب سے بڑی وجہ قرار دینا مناسب ہے۔ تاریخ نبوت کے مطالعہ سے یہ بات بطور اصول کے واضح ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کسی قوم کی طرف مبعوث فرماتا ہے تو اس قوم پر اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے اگر وہ قوم حق قبول کرنے کے بجائے کار نبوت کی انجام دہی میں مزاحم ہو رہی ہو تو اتمام حجت کے بعد اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام کے اقتدار اعلیٰ کے لئے چیلنج بن رہے ہوں

قرآن نے ان کے لئے یہ سزا تجویز کی ہے:

﴿أَتَمَّا جَزَاءَ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأرجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہے کہ گن گن کر قتل کر دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں، یا ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔“

یہ اصول جس طرح قوموں کے لئے ہے اسی طرح افراد کے لئے بھی ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر قوم یہود اور خاص طور پر سردارانِ یہود کے کردار کا مشاہدہ کیا جائے تو ان کے خلاف اس کارروائی کا مذہبی اور دینی جواز بالکل واضح ہو جاتا ہے کیونکہ یہودی قوم پر حامل وحی ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کی صداقت زیادہ واضح تھی لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان کے سردار یثاق مدینہ کو عملی طور پر توڑنے کی وجہ سے اسلامی ریاست کے لئے چیچک بن گئے تھے، اس لئے ان لوگوں کے خلاف سخت کارروائی دینی نقطہ نظر سے آیتِ محاربہ کی رو سے لازم ہو چکی تھی۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الامام ابو الحسین، (204-261ھ)؛ ”الجامع الصحیح“، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف طانموت الیہود، ج: ۴، ص: ۲۶۶، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، 1998ء؛ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق الازدی البجستانی، (202-275ھ)؛ ”السنن“، کتاب الجہاد، باب فی العدو یؤتی علی غرة یتشبه بہم، ج: ۲، ص: ۲۷۸، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، 1999ء؛ بخاری، محمد بن اسماعیل، (192-256ھ)؛ ”الجامع الصحیح“، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ج: ۴، ص: ۲۹، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، 1999ء

(۲) ”صحیح بخاری“، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبداللہ بن ابی العقیق، ج: ۴، ص: ۴۰، ۸۳۱-۸۳۰

(3) William Muir (1905 A "Life of Mohamet", (John grant Edinburgh, 1923), p.249

(۴) ماہنامہ ”طلوع اسلام“، دہلی، ص: ۱۲، ماہ فروری ۱۹۴۰ء، ج: ۳، ش: ۲

(۵) ایضاً

(۶) مالک بن انس الامام، (م 93-179ھ)، ”الموطا“، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ج: ۶، ص: ۵۵۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1998ء

(۷) ”فتح الباری“، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ج: ۳، ص: ۳۳۷، بیروت

(۸) ”النهاية“، ۲۳۶/۳

(۹) ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کے بغض عداوت کی ایک وجہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ یہودی زیادہ تر تین قبیلوں بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ میں منقسم تھے، ان میں آپس میں پھوٹ اتنی تھی کہ بعض قبیلے اگر عرب قبیلہ اوس کے حلیف تھے تو دوسرے قبیلے قبیلہ اوس کے دشمن عرب قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ ان میں قینقاع عزت و حرمت میں ممتاز تھے، ان کا پیشہ زیور سازی اور سودی قرضہ کالین دین تھا۔ بنی نضیر نخلتوں کے مالک اور زراعت پیشہ تھے، بنی قریظہ سب سے زیادہ جنگجو تھے، یہ پیشہ ور چمار تھے اور جوتے وغیرہ بنایا اور بیچا کرتے تھے، یہ کم ذات اور حقیر سمجھے جاتے تھے۔ قریظہ بنی قریظہ کا خون بہا نظیری یہودی سے آدھا ہوا کرتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے آئے تو آپ ﷺ نے اس نا انصافی کو منسوخ قرار دے کر مساوات کا حکم دیا کعب بن اشرف نظیری تھا، وہ آنحضرت ﷺ کے اس منصفانہ حکم سے آپ ﷺ کا جانی دشمن بن گیا۔“ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ: ”رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی؛

ص: ۲۵۳، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۷ء)

- (۱۰) والنہایۃ، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، (سید ۳۳ھ)، ۶۲/۲، ص: ۷، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء
- (۱۱) الباری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۳۳۷/۷، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت
- (۱۲) والنہایۃ، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، (سید ۳۳ھ)، ۶۲/۲، ص: ۷، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء
- (۱۳) الباری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۳۳۸/۷، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت
- (۱۴) واقعات کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، (773-852ھ) ”فتح الباری“، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۳۳۷/۷-۳۴۰، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت؛ یعنی، بدرالدین، علامہ، (م 855ھ)؛ ”عمدۃ القاری“، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۱۳۱/۹-۱۳۲، دارالفکر، بیروت؛ النوی، محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف، الامام، (631 - 676ھ)، ”المنہاج“، (شرح صحیح مسلم)، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف، ۱۶۲-۱۶۰/۱۲، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت؛ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، (384-456ھ) ”الطبقات الکبریٰ“، سریۃ کعب بن الاشرف، ۲۶۵/۱، دارصادر، بیروت؛ ابن ہشام، ابو محمد عبد المالك، (م 218ھ) ”السیرۃ النبویۃ“، مقتل کعب بن الاشرف، ۵۰۲/۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1995؛ السہیلی، ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ، (م ۵۸۱ھ)، ”الروض الانف“، ۲۳۰/۳-۲۳۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت؛ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (701-774ھ)؛ ”البدایۃ والنہایۃ“، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، ۶۲/۲، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء؛ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (م 463ھ)؛ ”الدرر فی اختصار المغازی والسیر“، ص: ۱۵۲-۱۵۵، موسسۃ علوم القرآن، دمشق۔ بیروت، ۱۹۸۴ء

(15) Tor Andrew "Mohammad The Man And his Faith", P:147 (Translated by Theophil Menzel) Herper & Brothers, New York, 1960.

(16) Watt, Montgomery "Muhammad At Medina", p:18, (Oxford Press London, 1956)

(17) Montgomery Watt: "Muhammad, Prophet and statusman", p:98, (Oxford univercity Press, 1961)

(18) William Muir (1905 A.D) "Muhammad and Islam", p:70

(19) Ameer Ali, Syed (1928 A.D) "The Spirit Of Islam", p:73 (Sajjid Book Depot, Urdu Bazar, Lahore, 1986)

(۲۰) ”فتح الباری“، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۳۳۷/۷، موسسۃ مناهل العرفان، بیروت

(۲۱) ”فتح الباری“، کتاب المغازی، باب قتل اُبی رافع عبد اللہ بن اُبی الحُقَیق، ۳۳۲/۷-۳۳۵

(۲۲) واقعے کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

”عمدة القاری“، کتاب المغازی، باب قتل اُبی رافع عبد اللہ بن اُبی الحُقَیق، ۱۳۴/۹-۱۳۵؛ ”طبقات ابن

سعد“، سریة عبد اللہ بن عتیک، ۲۹۵/۱؛ ”البدایة والنهاية“، مقتل اُبی رافع الیهودی، (س۵۵ھ)، ۱۴۸/۳-۱۵۲، دار

الکتب العلمیة، ۲۰۰۱ء؛ ”الدرر فی اختصار المغازی والسير“، ص: ۲۰۹-۲۱۱

(23) "The Spirit of Islam", p:73

(۲۳) ”ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم“، ۶۰۹/۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ

(25) Stanly Lane- Poole "Studies in a mosque", p:67, (Khayats Beriut 1966.)

(26) "The Spirit of Islam", p:74

(۲۷) المائدہ، ۳۳/۵

